مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی
صدر کل ہند مسلم مجلس مشاورت ناظم ندوۃ المصنفین
دہلی

یہ مقالہ نفاذ شریعت کانفرنس اسلام آباد میں پڑھا گیا

اسلام میں تعلیم

تعلیم کی اہمیت کو آج جس شد و مد کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ ماضی بعید میں اسی قدر شد و مد کے ساتھ اس کی مذمت کی جاتی تھی اس سے دور رہنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اور اس کے علمبرداروں کو نشانہ ستم بنایا جاتا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ تاریخ میں ایسے بھی ادوار گذرے ہیں جب تعلیم و تعلم کو معاشرہ کا ناسور بتایا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں جب ہم زیادہ تفصیل میں جاتے ہیں تو ہم پر اس کے تعلق سے مختلف قوموں کے عبرت ناک رویوں کا انکشاف ہوتا ہے۔

روم میں عیسائی تسلط کے بعد علم و اہل علم پہ تباہی کا جو دور گذرا ہے وہ تاریخ کی بدترین مثال ہے۔ دین کے نام پر ہر غیر مسیحی وجود کو فنا کرنے کا عمل شروع کر دیا گیا۔ علوم و فنون کے تمام ذخیرے تلف کر دیے گئے۔ قدیم مصر کے پایہ تخت مینس اور عین الشمس کے کھنڈرات آج بھی اس قیامت پر نوحہ کناں ہیں۔ مصری شہر اسکندریہ جو کبھی گہوارہ علم بنا ہوا تھا جب سلطنت روما زیر نگیں ہوا ہے تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ ہاں ہپتیا نام کی ایک عورت اپنے وقت کی مایہ ناز عالمہ تھی۔ زمانہ کے اعیان و رؤسا اس کی شاگردی کے خواہاں رہتے تھے۔ وہ بھی عیسائیت کے پنجہ استبداد سے نہ بچ سکی۔ پادریوں نے بھی اپنے مقدس عصائے پطرس کی ضربوں سے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ اور اس کے نازک جسم کا بری طرح مثلہ کر کے نذر آتش کر دیا گیا۔

سکندر مقدونی کی سلطنت اس کے تین سپہ سالاروں میں تقسیم ہوئی تو مصر بطلیموس کے حصہ میں آیا۔ اس کی علم دوست اولاد نے مصر کو علوم و فنون کا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ مصر کا پایہ تخت اسکندریہ میں ایک بے مثال کتب خانہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں رفتہ رفتہ سات لاکھ کتابیں جمع ہو گئیں۔ جن میں سے آدھی تو جولیس سیزر نے جلا دی اور باقی جو کتابیں بچیں وہ عیسائیوں کے دور اقتدار میں تلف کر دی گئیں۔ اس کتب خانہ کی تباہی کو مسلمانوں کا عمل قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس الزام کو بہت زور شور کے ساتھ اچھالا بھی جاتا ہے۔ لیکن اسپین کے ایک مورخ ادریس کے سفرنامہ سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ اس نے ۳۱۲ء یعنی قبل از بعثت نبوی اسکندریہ کا دورہ کیا۔ اور انتہائی صفائی کے ساتھ اپنے سفرنامہ میں یہ لکھا کہ میں نے کتب خانہ دیکھا الماریاں تو موجود تھیں مگر کتابیں ندارد تھیں۔

ان کتابوں کو اسکندریہ کے عیسائی پہلے ہی آگ دکھا چکے تھے۔

ہندوستان میں برہمنوں نے تعلم و تعلیم پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی۔ دوسرے طبقات کے لئے علم کی خوشہ چینی ممنوع بلکہ سزا کی بھی موجب بن جاتی تھی۔

یہودیوں میں رہبانوں نے علم کو اپنی جاگیر بنا رکھی تھی۔ اور اس جاگیر کے بل پر وہ لوگوں پر حکمرانی بھی کرتے تھے غرضیکہ علم اور تعلیم و تعلم کو عوام کے لئے شجر ممنوع بنا دیا گیا تھا۔

ان واقعات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ علم کو بہرحال ہر دور کے اعلیٰ طبقہ میں عوامی استحصال کا ذریعہ بنایا گیا۔ اور اسی کے نام پر اپنی خدائی کو قائم کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور اسی طرح سے علم کو ہمیشہ کھلواڑ بنائے رکھا گیا۔

بلاشبہ یہ اسلام کا کارنامہ ہے کہ اس نے طلب علم کو ایک "فریضہ" قرار دیا۔ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم طلب علم کو فرض بھی قرار دے دیا جاتا تو بہت اہم بات ہوتی۔ لیکن فرض نہ کہہ کر فریضہ کی قید لگا دینے سے مفہوم میں جو وسعت اور معنویت پیدا کی گئی ہے اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اسلام میں فریضہ کا تصور کچھ اس طرح ہے :-

ایک ایسی ذمہ داری ہے جس سے انسان کسی صورت میں بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ تمام مشغولیتیں اور صعوبتیں بھی ادائیگی فریضہ میں مانع نہیں بن سکتیں۔

ایسی ذمہ داری جس کی ادائیگی عبادت میں شمار ہوتی ہے اور چونکہ عبادت کے مقتضیات میں امانت و دیانت طہارت و نظافت اور اخلاص نیت و صفائی قلب بھی شامل ہے۔ لہٰذا تحصیل علم کے فریضہ کی ادائیگی میں بھی امور ضروری متصور ہوں گے۔

فریضہ کی ادائیگی انسان کو اس کے خالق سے قریب تر کرنے کا سبب بنتی ہے طلب علم بھی ایک فریضہ ہے لہٰذا اس کی انجام دہی سے خدا کی قربت کا احساس جاں گزیں ہونا ناگزیر ہے۔

اسلام میں تعلیم و تعلم دونوں کی کس قدر اہمیت ہے حدیث ذیل سے اس کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔

"جاہل کو سزاوار نہیں ہے کہ وہ اپنی جہالت پر تکیہ کئے رہے اور نہ عالم کو یہ سزاوار ہے کہ وہ اپنے علم کو پوشیدہ کئے رہے" ایک اور مختصر سی حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ "علم خزانے ہیں اور سوال ان کی کنجیاں ہیں" اس موقع پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول نقل کر دینا مناسب ہوگا۔ فرماتے ہیں۔

تعلموا العلم فان تعلمه لله خشية وطلبه عبادة۔ ومذاكرته تسبيح والبحث عنه جهاد وتعليمه لمن لا يعلمه صدقة (ترغیب و ترہیب)

علم سیکھو کہ اس کا سیکھنا خوف خدا کا موجب ہے اس کی جستجو کرنا عبادت ہے اس کی مذاکرت تسبیح ہے

تسبیح میں شمار ہوتی ہے اور اس کی تلاش و تحقیق (میں مشقت اٹھانا بھی) جہاد ہے۔ اس کا استعمال یعنی اس سے استفادہ تقرب الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے اور نا واقفوں کو علم سے بہرہ مند بنانا کار خیر ہے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات سے علم و اہل علم کے مرتبے پر روشنی پڑتی ہے سورہ زمر میں فرمایا گیا ہے:

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(اے محمد) آپ کہہ دیجئے کہ اہل علم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔

سورہ مجادلہ میں فرمایا گیا ہے: یرفع اللہ الذین آمنوا والذین اوتوا العلم درجات۔

تم میں سے اللہ انہیں کے درجات بلند کرتا ہے جو اہل ایمان و اصحاب علم ہیں۔

اسلام کی انہی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ جہاں کہیں اس کے پیروؤں کی حکومتیں قائم ہوئیں علم کے چرچے بھی عام ہوئے کاتب و مدارس کا جال پھیلا۔ اور وہ علاقے جو کبھی غیر متمدن تھے مدنیت و حضارت کا مرکز بن گئے۔ مرحوم اندلس بغداد و بصرہ، موصل و کوفہ اور قاہرہ جیسے مختلف شہروں کی علمی و تمدنی تاریخ پر ہم بجا طور پر ناز کرسکتے ہیں۔

اسلام سے پہلے زیادہ تر انحصار عقلی و نظری علوم پر کیا جاتا تھا لیکن اس کی آمد کے بعد سے جہاں بہت سی تبدیلیوں نے جنم لیا وہاں ایک سب سے بڑی تبدیلی یہ تھی کہ اسلامی تعلیمات کے طفیل علوم کی دوسری اقسام کی باضابطہ بنیاد پڑی یعنی عمرانی و صنعتی، سماجی و معاشرتی علوم کی تدوین ہوئی اور فنی تعلیم کو بھی سنجیدگی کے ساتھ فکر و عمل کا موضوع بنایا گیا۔

قرآن کریم کی ابتدائی سورت "اقرأ" میں تعلیم و تعلم کے دو بنیادی ذریعے بھی قرات اور قلم کے ذکر سے اسلام کے اس بنیادی پہلو کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انسان کے لئے علم کے نام سے تاریخ نے جو ورثہ چھوڑا ہے وہ ان ہی دونوں ذرائع کا مرہون منت ہے۔ اگر ہم قرات اور قلم کا سہارا نہ لیں تو ہماری کوئی حیثیت نہ رہے گی۔

سورہ (ن) میں دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ قلم کی قسم کھا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم تربیت اور آپ کے خلق عظیم پر صاد کیا گیا ہے۔ ایک پیغمبر جو اپنے لکھے ہوئے نام تک کو نہ پڑھ سکتا ہو وہ بھلا خود کچھ لکھنے پر کیا قادر ہوگا۔ اس کے باوجود اس نے علم کا ایک بڑا بحر ذخائر قرآن و حدیث کی صورت میں آنے والی نسل کے لئے مستقل کردیا۔ اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہوسکتا ہے اور اسی اعجاز کی داد دینے کے لئے ن والقلم وما یسطرون میں قلم کو اور قرطاس پر ثبت ہونے والے اس کے نقوش کو شاہد بنایا گیا ہے۔ یہ شہادت اسلام میں نوشت و خواند اور قرات و کتابت کے اعلیٰ مقام کی نشاندہی کرتی ہے۔ قرآن میں قرات کا لفظ متعدد مفہوموں کے لئے آیا ہے اور یہ سب مفاہیم تعلیم کے تمام پہلوؤں پر صادق آتے ہیں۔

قلم و قرات کی بنیاد پر جو جو علوم و فنون حاصل کئے جاسکتے ہیں ان پر بھی نیز وہ علوم بھی جو جینئر سے انسانی

ارتقا کے لیے ضروری سمجھے جاتے رہے ہیں۔ قرآن میں واضح رہنمائی دی گئی ہے اور ان کی تحصیل و تعلیم کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سورۂ نور کے دوسرے رکوع کا مطالعہ مفید ہوگا۔

پہلی آیت میں علم حیاتیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں فطرت کے سربستہ رازوں کی طرف اشارہ کر کے غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے۔ تیسری آیت میں لسانیات اور ان کے اختلافات نیز رنگ و نسل کے ساتھ ان کے خصوصی رشتوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے رنگ و نسل اور زبانوں کے علماء کو دعوت تعلیم و تعلم دی گئی ہے۔ چوتھی آیت میں رات دن کے فرق سے انسان پر پڑنے والے نفسیاتی اثرات کی نشاندہی کر کے اہل سمع و بصر کو حرکت میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ پانچویں آیت میں علم موسمیات اور اس کی خصوصیات و اثرات کی طرف اہل عقل کو متوجہ کیا گیا ہے۔ چھٹی آیت کائنات کے نظام اور انسانوں کے انجام سے اس کے مضبوط اور گہرے رشتہ پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ تمام اختیارات جن کو محض دینیات و مذہبیات سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دراصل علوم کی مختلف شاخوں سے سود مند استفادہ کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح سورہ فاطر کی ۲۶ ویں آیت میں بعض جماداتی اختلافات سے زندگی پر جو اثرات رونما ہوتے ہیں ان کو بیان کر کے ایک بڑی عجیب حقیقت کا انکشاف کیا گیا ہے وہ ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی لوگوں میں جو اہل علم ہیں وہی خدا سے صحیح طور پر خائف رہتے ہیں۔ ان ہی آیات میں اس کا جواب بھی ملتا ہے کہ تعلیم و تعلم کا مقصد کیا ہونا چاہیے۔ ایسا سوال ہے جس کے جواب سے بہت سے مسائل پر بھی اچھی روشنی پڑے گی۔

بعثت نبوی کے بعد دنیا دو سائنسی دوروں سے متعارف ہوئی ہے۔ پہلا دور عباسی خلافت کی دین ہے دوسرا دور یورپ کے عروج سے وابستہ ہے۔ پہلے سائنسی دور میں بھی نت نئی ایجادات ہوتی رہی ہیں لیکن ان کا رخ ہمیشہ افادی اور مثبت رہا ہے جب کہ دوسرے دور کی بیشتر ایجادات انسان کے مسائل میں اضافہ کر رہی ہیں۔ پہلے دور کی یہی خوبی کیا کم ہے کہ اس پر دوسرے دور کی بنیاد رکھی گئی۔ لیکن زمام قیادت چونکہ ان ہاتھوں میں منتقل ہو چکی تھی جن کے ہاں تعلیم و تعلم کے اغراض و مقاصد متعین نہیں تھے۔ اس لیے اس دور کے تاریک پہلو نسبتاً زیادہ ہیں۔ پہلے دور کی قیادت وہ علماء و سائنسدان انجام دے رہے تھے جن کے ہاں علم کا طلب کرنا ایک فریضہ تھا اور یہ ابھی ہم پڑھ چکے ہیں کہ فریضہ کی ادائیگی میں اخلاص نیت و صفائی قلب، امانت و دیانت اور طہارت و نظافت نیز حق تعالیٰ سے قربت کے احساسات لازمی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس لیے اہل اسلام نے اس فریضہ کو انتہائی احتیاط سے ادا کرنے کی کوشش کی۔

انسان تعلیم کسی مقصد سے حاصل کرتا ہے اور پھر مقصد کے تحت ہی اس کا استعمال بھی کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل چیز مقصد ہوتی تعلیم نہیں۔ مقصد پر سارا دار و مدار ہے۔ اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اور مقصد

کو سامنے رکھ کر تعلیم و تعلم پر پہرے لگائے جاتے ہیں۔ اسلام اسی حقیقت کے پیش نظر تعلیم و تعلم کو سامنے رکھ کر فیصلہ دیتا ہے کسی بھی علم کو محض اس وجہ سے حاصل کرنا کہ وہ علم ہے اسلام کے نزدیک ہرگز معیوب نہیں ہے لیکن اسی علم کے حصول کے ساتھ اگر غلط مقصد وابستہ ہو تو اسلام ہرگز روادار نہیں ہوگا۔ یہی رویہ دوسرے علوم و فنون کے ساتھ بھی برتا گیا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان علوم کی تحصیل اور ان کو برتنے کے لئے امت کو کسی طرح کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف مقاصد کے تعلق سے چند رہنما اصول مرحمت فرما دیے گئے۔ اور مختلف انسانی ضروریات کے پیش نظر ہر فرد کو ان کی تعلیم و تعلم کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے انتم اعلم بامور دنیاکم تم اپنے دنیاوی امور کے زیادہ بہتر جاننے والے ہو۔

ایک حدیث ہے اطلبوا العلم ولو بالصین علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین ہی جانا پڑے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے دور ہی میں جب خالص دینی علوم کے لئے کسی دوسری جگہ جانے کی چنداں احتیاج نہیں تھی۔ تو پھر چین کے ذکر کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ آدمی کو دنیاوی علوم کی تحصیل کے لئے بھی وقت اور مال و مشقت کے صرف کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ حدیث اصولِ حدیث کی رو سے مختلف فیہ ہے لیکن امام رازی اور امام غزالی نیز امام ابن عبدالبر نے بھی اس حدیث سے استناد کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے مذکورہ حدیث قابلِ اعتماد ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر جو کفار قید ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کے لئے یہی شرط رکھی کہ ان میں سے ہر پڑھا لکھا قیدی کسی مسلمان کو پڑھنا لکھنا سکھا دے جب شرط پوری کر دی گئی تو ان کو رہا کر دیا گیا۔

امام رازی نے تعلیم پر بحث کرتے ہوئے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علوم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علوم شرعیہ اور (۲) علوم غیر شرعیہ۔

علوم شرعیہ سے مراد وہ علوم ہیں جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست حاصل ہوتے ہیں۔ ان کی طرف عقل کی رہنمائی اس طریقہ سے نہیں ہو سکتی جس طریقہ سے عقل کے ذریعہ علم حساب سکھایا جاتا ہے نہ وہ تجربے حاصل ہوتے ہیں جیسے علم طب کی تدوین ہوتی ہے اور نہ محض سننے سے ان کا حاصل کرنا ممکن ہے جیسے علم لغت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد جو علوم غیر شرعیہ ہیں ان میں سے بعض پسندیدہ ہیں اور بعض غیر پسندیدہ اور بعض ایسے ہیں جو صرف درجہ مباح رکھتے ہیں۔

پسندیدہ علوم وہ ہیں جن سے دنیاوی امور کی مصلحتیں وابستہ ہوتی ہیں جیسے علم طب اور حساب وغیرہ اور پھر

ان علوم میں بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا افضل ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ مگر ان کی تحصیل ضروری نہیں ہے۔

مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فرض کفایہ وہ علوم ہیں جن کے ہم دنیاوی زندگی اور کاروبار کے قائم اور باقی رکھنے میں محتاج ہیں جیسے علم طب، علم حساب، کاشتکاری، باغبانی، پارچہ بافی اور دوسرے صنعتی علوم۔

وہ علوم جن کا حاصل کرنا اگرچہ فرض نہیں ہے مگر افضل ضرور ہے جیسے علم حساب و علم طب وغیرہ میں تخصص و تحقیق کہ اس کے بغیر انسان زندگی تو ضرور گذار سکتا ہے لیکن اس سے بہرہ مند ہونے کے بعد مزید خوشگوار نتائج سامنے آجاتے ہیں۔

مباح علوم۔ کے ذیل میں شعر وادب جو فحاشی پر مبنی نہ ہو اور علوم تاریخ وغیرہ آتے ہیں۔ اور ناپسندیدہ علوم میں سحر۔ شعبدہ بازی وغیرہ شامل ہیں۔ (احیاء العلوم اول)

آگے چل کر مزید فرماتے ہیں۔ جب علم سب میں افضل ٹھہرا تو اس کی تحصیل بھی سب سے افضل ہوگی۔ نیز دوسروں کو اس سے بہرہ مند کرنا بھی سب سے افضل نیکی شمار ہوگی انسان کی پیدائش کے مقاصد دین اور دنیا دونوں کے مجموعہ پر مشتمل ہیں۔ کیونکہ دین کا نظام جب تک دنیاوی نظام نہ ہو قائم نہیں ہو سکتا۔ اور دنیاوی معاملات کا انتظام انسانوں کے کاموں اور مشاغل (پیشوں) پر موقوف ہے انسانی پیشے تین قسم کے ہیں:۔

ایسے پیشے جو انسانی زیست کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں وہ چار ہیں:۔

۱۔ زراعت۔ ۲۔ پارچہ بافی۔ ۳۔ عمارت سازی اور۔ ۴۔ خاندان و ملک کے انتظام اور اسباب معیشت کی فراہمی نیز ان کی حفاظت کے لئے سیاست۔

دوسری قسم کے پیشے وہ ہیں جو پہلے قسم کے پیشوں کے لئے معاون کا درجہ رکھتے ہیں۔ جیسے طباخی و خیاطی۔ تیسری قسم میں وہ پیشے آتے ہیں جو صنعتی کہے جاسکتے ہیں۔

ان سب میں سے پہلی قسم کے پیشوں کو فضیلت حاصل ہے خاص طور پر علم سیاست کی فضیلت زیادہ ہے کہ اس سے نظم و ضبط کا وجود عمل میں آتا ہے اور اس کے ذریعے سے مخلوق کی اصلاح کی جاتی ہے اور انہیں حق (فلاح) کی راہ دکھائی جاتی ہے۔

علم دین اور مذکورہ علوم کی تحصیل کرنے والوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے ایک جگہ امام رازی نے لکھا ہے علم دین حاصل کرنے والوں کی مثال ان مجاہدوں کی سی ہے جو جہاد کے میدانوں میں اپنا سر ہتھیلی پر لئے دین کی حمایت میں لڑ رہے ہیں اور دوسرے علوم کو حاصل کرنے والوں کی مثال فوج کے ان دستوں کی سی جو سرحد کی حفاظت کے لئے متعین ہوتے ہیں:۔

(احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۹۵)